

احسان

شعری مجموعہ

زاہد قمر شی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

احیاس (شعری مجموعہ)

زائد قرشی

ایک ہزار

اپریل ۱۹۸۳ء

دس 10 روپے

ساجد جمیل

منصور پبلیکیشنز

346-3

روپل بازار شاہ علی بندہ حید

500265

نام کتاب

مصنف

پارا اول

سال اشاعت

قیمت

کتابت

ناشر

891.4391

ZAH

Acc. No.

12

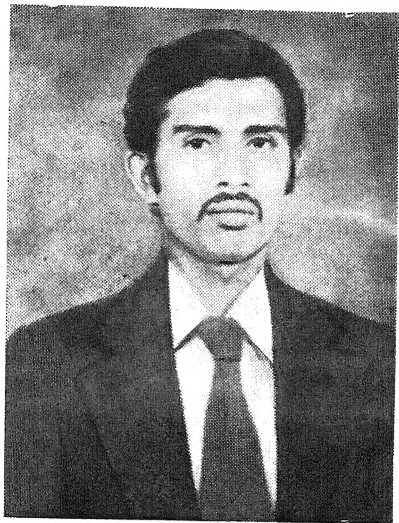
طاہر بیٹل : سلطان معین الدین قادری (دہلوی)

رفیق نشین پریس، پھلی کمان حیدر آباد

مطبوعہ :-

ملنے کے پتے :-

- ۱۔ ایاس بک ڈپو شاہ علی بندہ حیدر آباد
- ۲۔ حسامی بک ڈپو پھلی کمان حیدر آباد
- ۳۔ ایم اے زائد قرشی 346-20-6 روپل بازار شاہ علی بندہ حیدر آباد



دستا ہے ہر اک موڑ پہ تنہائی کا احساس
 شائد میرے حالات پہ دنیا کی نظر ہے
 زاہد قریشی

محمد بن الفضل بن علی بن رسول بن

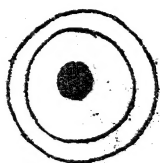
حضرت شاہ غلام احمد کلیمؒ مظلہ العالی مفسر و محدث



سال جوان فیکر شاعر زاهد قریب کے کچھ
نعت اشعار دیکھے گئے اگر ایسی طرح شعر و سخن کا
مغلقہ جاری رہے گا۔ تو یقیناً اچھے شاعر ہو جائیں گے
وہیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی مدح میں جو اشعار ہیں ان کے جذبات کے
آئینہ دار ہیں۔

غلام احمد کلیمؒ

اورنگزیں



پانچ

الحاج خٹا۔ سلطان صلاح الدین اویسی

(ایم۔ ایل۔ اے)

(صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین)

”اھد قریشی“ کا شعری مجموعہ ”احساس“ اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ وہ نہ صرف سیاسی ذہن رکھتے بلکہ ان کو شعر و ادب سے گہرا لگاؤ ہے۔ روز و شب کی سیاسی مصروفیات کے باوجود ایک شعری مجموعہ ترتیب دینا اردو ادب سے محبت کی ایک اچھی مثال ہے۔ مجھے امید ہے کہ اہل ذوق حضرات اس مجموعہ کلام کو پسند فرمائیں گے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تعارف

■

• شاعر اہل کمال جناب محمد آغا صاحب اہل قریشی زادہ شہر حیدر آباد کے ممتاز و مقبول گھرانہ کے فرد ہیں۔ ان کے خاندان کو حضرت آغا محمد داؤد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ (آغا پلورہ) سے نسبت کا شرف حاصل تھا اسی وجہ سے وہ آغا، خاندان کے ہر فرد کے نام کا جُزء بن گیا۔

آغا قریشی کے پدیر بزرگوار محمد آغا صاحب اہل قریشی پدیر بزرگوار (دیر موم مغفور) نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں اور کارگزاریوں کی وجہ سے آغا صاحب کے نام سے مشہور و معروف ہوئے۔ آغا صاحب کوڑھ میں مبتلا تھے (بس بس) حیدر آباد کے جنرل منجر کے والیض انجمن دیکھے۔ وہ نواب میر قندت نواز جنگ اسٹیٹ کے تعلقدار رہ چکے نیز حکم کیول سپلائی (رائب ہندو) کے عملی اہلکار کی حیثیت سے عوام کی بے پناہ خدمت انجام دی۔

آغا صاحب قائد ملت بہادر یا جنگ کے قریبی ساتھیوں میں شمار

کئے جاتے تھے دائرہ اسلام کے قریب منگل باطل کے ایک وسیع علاقہ میں مجاہد اتحاد المسلمین کے سرگرم قائد کی حیثیت سے انیس ایکشن کے موقع پر نمایاں خدمات انجام دیں چنانچہ گنگا باؤلی کے مقابلہ پر "مہاجرین" ٹیمپ کروا کر اضلاع کے ہزار ہا لٹے پٹے مسلمان لوگوں کو بسایا۔

آغا صاحب "وقت کے قوطب دکن" حضرت شاہ غلام غوث کلیم رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت سید ابوبیک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے باقرہ بیعت کی اور فیض حاصل کیا۔

بعد ازاں پیر و مرشد کے جانشین حضرت شاہ غلام احمد صاحب کلیم منیر و محدث دکن سے بھی نسبت کا شرف حاصل کیا۔ آغا صاحب نے اپنے پیر و مرشد کے نام سے مامنامہ کلیم جاری کیا۔ ایک طویل عمر سے تک اس "مامنامے" کے ذریعہ مذہبی، علمی، ادبی سیاسی سماجی خدمات انجام دیں۔

زاهد قریشی | شاعر احساس "کے پدربزرگوار کی صداحیوں اور کارگرداریوں کو بیان کر کے یہ بتانا مقصود

ہو کہ شاعر میں جو علم ہی اور سیاسی شعور اور خوبیاں موجود ہیں انھیں ان کے والد سے ورثے میں ملیں۔

زاهد قریشی ایک مقامی لکڑہنر ایک سماجی کارکن کی حیثیت سے غریب

اور یہ وہ گامِ عوام کے بے شمار مسائل کی یکسوئی کیلئے معاشی و سماجی فرائض کو
مکمل طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے شہر
کے ہر گوشہ و گوشہ میں گھومنے پھرنے کے بعد بے گھر عوام کو کوٹھڑی
کی جانب سے یہ طرہ جات تقسیم کرانے سے متعلق ایک یادداشت مرکزی
حکومت میں پیش کی وزیرِ نظم منہ اندر لگانے والی نے ان کے پروگرام کو بحید
سہارا اور یقین دیا کہ حکومت نہ کہ ایسے سماجی کارکنوں کی ہمت افزائی
کرتی ہے۔

اور اس قسم کے کاموں میں ہر ممکنہ مدد دے گی۔ بہر حال زیادہ تر شہری
کی سیاسی اور سماجی خدمات لاگوئی ستائش ہیں۔

اس "احسان" نامہ کی شاعرانہ حیثیت پر تبصرہ تو
کوئی شاعر ہی کر سکتا ہے۔ میرے لیے اس میں
جذب و کشش کا سامان شاعر کے جذبات
عشق و محبت ہیں جو باہر گاہِ رسالت میں پیش کئے گئے اور صرف
یہی ایک جزو احسان نامہ کی اور حواں سال شاعر کی مقبولیت
کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مقبولیت کے پاک اثرات سے شاعر
اور متبعین کو نوازے۔

امین
آغا عثمان علی قریشی
پریسڈنٹ اکاؤنٹنٹری بارکمنٹ ایمپلائمنٹ سب کمیٹی
سرولیس (ای پی)

اگر



یہ میری خوش نصیبی ہے کہ جس سرزمینِ دکن میں میں پیدا ہوا وہ صدیوں سے شعر و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ اور جس میں لافانی آدمی شخصیت پیدا ہوئی جن کی تخلیقات میرے لئے روشنی کے مینار ہیں۔

میرا مجموعہ کلام ”احساس“ پہلا شعری مجموعہ ہے جس کو پیش کرنے کی میں نے جرات کی۔ میں نے زمانے کے جن حالات کو محسوس کیا انھیں قلمبند کرنے کی پوری پوری کوشش بھی کی ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا میرے لئے دشوار کئے ہوئے ہے کہ میں اپنے جذبات کو قلمبند کرنے میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں۔ یہ تو اہل ذوق احباب ہی بتا سکیں گے۔

یہ میرا پہلا ادبی تجربہ ہے اور ظاہر ہے کہ ابتدائی مراحل بڑے ٹھن ہوتے ہیں۔ اور پھر ایسے دور میں جبکہ اردو زبان بے شمار مسائل سے دوچار ہے اور اردو زبان کے شعراء اور ادیبوں کو جن جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے وہ شاید کسی اور زبان کے لئے ایسے مسائل درپیش ہوں گے۔

میں اُدنی دنیا کے ایک طالبِ علم کی حاشیت سے اُمید کرتا ہوں
 کہ میرے احساس کی ہمت افسانہ لائی ہوگی۔
 میں اُن تمام اُبتر نگاروں اور دوستوں کا ممنون ہوں کہ میری جہنوں
 نے میرے جذبات کو احساس کی شکل میں مرتب و مرتفع کرنے میں
 میری ہمت افسانہ لائی فرمائی۔
 آخر میں میں اُن تمام سرپرستوں، اہل علم و اہل ادب
 حضرات سے التجاس کرتا ہوں کہ وہ میرے مجموعے کا احسان
 احساس کے بارے میں اپنی قیمتی و بزرگین آراء سے نوازیں گے۔

زاملہ قشیش

۶ اپریل ۱۹۸۳ء
 امجد آباد کاشانی

الرحمن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
گمیارہ

کَلَام

تولف کیا بیاں ہو تصور حال ہے
روشن ہو تجھ پہ جو تیرے بندہ کا حال ہے

ہونا وہ خاک۔ طور کا موسیٰ کے روبرو
یا رب تیرے جلال کی اپنی مثال ہے

زاحل

کبارہ

اولیٰ

نعمت

ہیں اُمت کے دھرم ہمارے محمد
 گداؤں کے داتا سہارے محمد
 قرآن جن پہ نازل ہوا ہے مکمل
 حلیمہ کی آنکھوں کے تارے محمد
 بلایا جھین حق نے عرش بریں پر
 خدا کو ہیں بس سب سے پیارے محمد
 جسے انبیاء کی امامت ملی ہے
 وہ ہیں عرشِ اعلیٰ کے تارے محمد
 مٹائی ہو باطل کی ظلمت سراسر
 وہ تنویرِ حق ہیں ہمارے محمد

یقیوں کو اپنے گلے سے لٹا کر
 بنے بے کسوں کے سہارے محمدؐ
 حکومتِ دو عالم پر تھی ان کی زائد
 فقیہی میں پھر بھی گزارے محمدؐ



قرآن کہہ رہا ہے حقاً کا پیا تم نہ ہو

ہم بھیجیوں گے آقا خیرہ لا نام تم ہو

ہر شے میں تم ہو شامل ہر سو تمہا ہے جلوے

دیکھو کہاں کہاں میں عالم تمام تم ہو

کی ابتداء تم ہی ہے تم پر ہی انتہا ہے

طیبہ کا ہو سویرا ملک کی شام تم ہو

تم ہو حبیب رب کے تم سے ہے آس میری

نبیوں کو ناز تم پر عالی مقام تم ہو

اُچی لقب تے، کی ہو نبیوں کی رہنمائی

ہو آخری نبی تم سب کے احام تم ہو

آمد یہ جن کی حق نے عرش برس سجایا

حق نے کیا ہی جن کا خود اہتمام تم ہو

حشر کے روز زاپہ نہ گنہ نہ خوف کھانا

بخشوائیں گے وہ تم کو جن کے غلام تم ہو



نہ سمجھو ہے نہیں کوئی ہمارا
محمد مصطفیٰ کا ہے سہارا

مذہب فرمایئے امت کی آقا
کہ تم ہو بے سہاروں کا سہارا

حبیب رب ہو، محبوب خدا ہو
کرم کا کیجیے بس اک اشارہ

صدا دی ہو تمہیں کو لاج رکھ لو
پکارا جب بھی تم کو ہی پکارا

خدا ہی ہو تمہاری تم خدا کے
کہ امت پہ کرم کا ہو اشارہ

بہت گھبراہٹ میں تھیں کہ
مخدوم فرمائیے میری خدایا

دل زائد کی بھی فریاد سن لو کہ
دیا ہی آپ نے سب کو سہارا





یا نبیؐ آپؐ کی اک نظر چاہیے کہ کچھ نہیں نسبت معتبر چاہیے
 دل دھڑکتا ہر فترت میں یوں دن رات یہ کچھ دعاؤں میں لیکن اثر چاہیے
 رات دن وقف فریاد ہوں یا نبیؐ یہ کوئی فائدہ کی راہ گزر چاہیے
 یوں تو ہر شے نظر میں ہے لیکن حضورؐ یہ آپؐ کو دیکھ لوں وہ نظر چاہیے
 زندگی ختم ہونے سے پہلے میری یہ اک مددیت کا حق کو سونپ چاہیے

یہ زائد جھکائے کہاں در بدر
 اس کو طیب کا ہی سنگ در چاہیے

نہیں کو پل جگا دینے والے یہ محمدؐ میں بگڑی بنا دینے والے
 نگاہِ کرمِ اک ابرہہ بھی خدا لا بہ مصیبت کا دامن چھڑا دینے والے
 صد امیرِ سن لو کہ ہر اک بھکاری کو گداؤں کی دنیا بسا دینے والے
 میں کیوں ہاتھ پھیلاؤں غیور کچلے گئے تھے کہ ہیں جب حبیبِ خدا دینے والے
 جبرِ ہنم کا کپڑا نہیں دل میں مسیہ کہہ کہ ہیں مُصطفیٰؐ بخشوا دینے والے
 کہاں تک اٹھائیں یہ غمِ زندگی کہ غموں کو دلوں سے مٹا دینے والے
 غمِ حیر میں کوئی روتا ہی اکثر بلکہ یہ اشکوں کو موتی بنا دینے والے
 یہ زاہد کی بھی لاجِ محشر میں رکھنا



صد جائے نہ بے اثر یا محمدؐ نہ کرم کی ہو بس اک نظر یا محمدؐ
 بھکتا ہوں غم کے اندھیروں کیوں یہ شبِ غم کی کب ہو سحر یا محمدؐ
 ابھی سب تھیں گئے غموں کے یہ بادل ہو ذرا دیکھ لو تم ادھر یا محمدؐ
 کہاں جائے گی پھر یہ اُمت تمہاری نہ لوگے اگر تم غمِ بے یا محمدؐ
 بتاؤ کہ پھر کون پوچھے گا ہم کو نہ بھلا دو گے تم ہی اگر یا محمدؐ
 زمانہ ہوا ہے اسی حال میں ہوں یہ نہ ختمی ہے دل اور جگر یا محمدؐ
 بے تیرے درد پہ ذرا ہمد کو اپنے
 پھر کب تک دردِ بدر یا محمدؐ

تاریخ کہہ رہی ہے شہادتِ حسینؑ کی یہ قائم ہے شریک یہ صداقت
امت یہ نانا جان کی قربان ہو گئے، احسان کر گئی یہ محبت حسینؑ

ہیں فاطمہؑ کے لعلِ نوا سے رسولؐ کے کافہ نہ جان یا دے حقیقت
میدانِ کربلا میں تھا ماتم اٹھا ہوا نہ دامن نہ چھوٹا صبر کا ہمت
سیرِ لب لعین اور مایہ آتھے ہوئے کاش کوئی جانتا حالتِ حسینؑ
ڈوبے ہوئے لہروں میں گرے جس گھڑی حسینؑ نے اک شور تھا ماتم تھا شہادت

سجدہ میں سرکٹا دیا زانک حسینؑ نے
یوں رشکِ بندگی تھی عبادتِ حسینؑ کی

ع

ع

ل

بہتا ہر یہاں درد، اُجاڑوں کا شہر ہے
جینا بھی سلیقہ سے یہاں ایک ہنر ہے

کچھ لوگ یہاں بستے ہیں آہوں کو چھپانے
سینے میں کبھی درد ہیں اور چاک جگر ہے

میں نے بھی دیکھا ہر ایک راہ سے چل کر
کانٹوں سے سچی آج بھی ہر راہ گندہ ہے

ڈرتا ہر ایک موڑ پہ تنہائی کا احساس
شائد میرے حالات پہ دنیا کی نظر ہے

غم خود ہی زمانہ کا زمانہ کو بہت ہے
کیوں اور دھواؤں میں دامن ابھی تر ہے

اب درد بھی گھبراہٹا ہر سنے کو میرے پاں
شائد کسی دشمن کی دعاؤں کا اثر ہے

زائد نہ ڈرا تو مجھے بجلی کی چمک سے
رگرتی ہے کہاں برق تجھے اس کی خمبہ ہے

آج گلشن کو نئے ڈھب سے نکھارا جائے
ساتھ ہی پھول کے کانٹوں کو سنوارا جائے

کچھ تو کانٹوں نے بھی پھولوں کی حفاظت کی ہی
اُن کے سینے کا بھی کچھ بوجھ اُتارا جائے

خون کلیوں کا جو پی کے جیا کرتا ہے
ایسے خونی کو تو پھانسی ہی ملنا جائے

زندگی آج بھی روتی ہو گھٹاؤں کی طرح
اُس کی پلکوں پہ بھی جوشیوں کو سنوارا جائے

چاند تک اپنی رسائی تو ہوئی ہی لیکن
کیوں نہ تاروں کو بھی دھرتی پہ اتارا جائے

دل کی راہوں میں تو وحدت سے اندھال ہو رہا
لوشنی لیکے وہاں کوئی تو متارا جائے

درد خود ہم نے زمانے کا لیا ہی ذرا
یہ کوئی بوجھ نہیں ہی جو اُتارا جائے

وقت کی دھوپ میں وہ کون کھڑا ہے لوگو
جس پہ زخموں کا ایک انبار پڑا ہے لوگو

وہ کوئی غم نہیں اتنی خبر ہے مجھ کو
اپنے ہی دور کا انسان چھپا ہے لوگو

اپنی پلکیوں کو ذرا مل کے اُسے دیکھ تو لو
ہاں اسی ڈھب میں فنکار دیا ہے لوگو

نسل آدم کا لہو جب بھی بہا پلکیوں سے
فن اُسی دور میں پیدا ہوا ہے لوگو

سنگ برسائے گئے ہیں تو اسی پر اکثر
وقت کا اپنے جو آئینہ بنا ہے لوگو

ایک ڈانک نہیں غمخوار بہت اور بھی ہیں
کیا زمانے نے انھیں یاد کیا ہے لوگو

دکھو تم آج سامنے مسلم و سنہر کی بات
چھٹی ہر رہبروں نے حقوق بشر کی بات

دشمن ہیں کہیں یہ چھپے ہوں گے آس پاس
باہر نہ جانے دیجئے کبھی اپنے گھر کی بات

دیر و حرم کے قہقہے بہت عام ہو گئے
چھپڑ و جنابِ شیح کچھ چشم تر کی بات

ساری زبان کا مول ہر آن کی نگاہ ناز
اُونچا مقام رکھتی ہے نیچی نظر کی بات

ہوتا ہے جب کہیں بھی وفاؤں کا تذکرہ
میں نے پسند کی ہر تیری راہ گذر کی بات

بیٹھے ہیں ہم بھی موج طلائع کو موڑ کر
ساحل نہ کر تو ہم سے خدارا بھنور کی بات

اِسْتِثْنَاءِ

اُنْتِیَس

پیری کو جن کی روگِ سیاست نے کھا گیا

کہا خاک وہ سُناتے کسی کو نہر کی بات

ذَآءِدِ عَجِیب ہیں یہ تمہارے شہر کے لوگ
کرتے ہیں بے کسی میں بھی لعل و گہر کی بات

دُشمن کے ہوں آنسو یا رہیں یار کے آنسو
بہتے ہی رہے آنکھ سے فکار کے آنسو

اس پر نہ ہنسو دوست یہ ہر مسیحا ایمانہ
چمکیں گے میرے دور میں فکار کے آنسو

مرو میں گل اور کلی چوڑے میں
لگتا ہو یہاں ٹپکے میں پیچوار کے آنسو

کھا جائیں گے خود مات وہاں لعل و گہر بھی
تل جائیں کسی روز جو غمخوار کے آنسو

کب آنکھ میں آجائیں یہ خمیس نہ ہوگا
خاموشی ڈھاک جاتے ہیں بیمار کے آنسو

ملنے پہ بھی آنسو تو بچھڑنے پہ بھی آنسو
ہوتے ہیں اس انداز کے دلدار کے آنسو

زاہد کبھی شکوں سے پھل جاتے ہیں تپہ
پتھر کو جگر دیتے ہیں مکار کے آنسو

کہوں کیسے کہ منزل ڈھونڈتا ہوں
میں خود منزل کا اپنی راستہ ہوں
وہ قطرہ ہوں جو دریا میں چھپا ہوں
ہر اک طوفان میں خود کود دیکھتا ہوں
کروڑ فکریاں ہی اے کہنا رو
تلاطم سے میں اکثر کھیلتا ہوں
مجھ سوا کہیں اتنا نہیں دم
حوادث کو بہت بھیانتا ہوں
ہر کانٹوں سے مجھ کو خاص الفت
حقیقت بھول کی میں جانتا ہوں

کسی کی یاد تیرا پاتی ہو ڈھل
پلٹ کر جب تجھ کو دیکھتا ہوں



سکونِ دل ہو میری رُوح کا قہار ہو تم

حسینِ چھول ہی کیا پھول کا نکھار ہو تم

تمھارے ذکرِ سیر کھیلے ہیں چھول گلشن میں

بہار کیسے کہوں رونقِ بہار ہو تم

علا کہ تم سے نظرِ خود کو قبول بیٹھا ہوں

سُورسن کا ہو عشق کا خمسا ہو تم

یہ زلف کالی گھٹا اور چاندنی سا بدن

میسے خیال کا پیریکر ہو شاہکار ہو تم

سیرائے اہلِ قلم کے ہو اور کیا خزانہ
سنا ہے سارے زمانے کے غمگاہ ہو تم

ذکرِ فصل بہار کرتا ہوں

دل کو یوں بقتلہ کرتا ہوں

ہو مبارک بہار گلچیں کو

میں تو کاشٹوں سے پیار کرتا ہوں

تیرے آنے کی آہ نہیں اُمید

کیوں تیرا انتظار کرتا ہوں

میں چہ رخ و فہا ہوں جل جل کر

رولقِ نیرا یاد کرتا ہوں

غم میں لذتِ ہر عشق کی ڈال

اس لیے غم سے پیار کرتا ہوں

غمِ حیات تجھے میں نے ہی پکھارا ہے

تو بے سہارا پھرے کب تجھے گزارا ہے

ایسائیں دے دلِ ناکام کو اے دردِ جگر

ابلا کے پاس تجھے دل میں جو اتارا ہے

یہ اور بات ہے پھولوں سے خار کم تر پیلیں

گلوں کو خار کا لیکن طیرا سہارا ہے

بھری بہار میں گشتن سے خار چھتے ہیں

خزاں سے پیار ہے جس کو وہ دل ہمارا ہے

وہ ایک موجِ تلاطم سے کیا ڈرے زائدا

جو اپنی عمرِ تلاطم میں ہی گزارا ہے



غم نہیں دل کو تیرا سہارا نہیں

زلیلا یہ احساسِ غم سے تو ہارا نہیں

زندگی میں ملے نہیں سہارے کئی

زندگی بھڑکا کوئی سہارا نہیں

لوگ جیتے ہیں دنیا میں ایسے کئی

دل کو جن کے کسی کا سہارا نہیں

بے وجہہ پاس میں سے تو آنے لگی

زندگی تجھ کو میں نے پکارا نہیں

چھین کر دل وہ تجھ سے یہ کہنے لگے

دل ہمارا ہر زاوےہ میں تمہارا نہیں

اچھے کئی بدن تو گھٹے ہیں کئی بدن

خاکِ لحد کے نیچے دبے ہیں کئی بدن

چلتی ہوئی یہ لاشیں ہیں دیکھو قسب سے

دینے فریب خود کو سبجے ہیں کئی بدن

دن کی کڑی یہ دھوپ جلاتی تو ہے مگر

ساون کی دُست میں بھی جلے ہیں کئی بدن

ممکن ہر قسب کی روشنی تاروں کی مات ہو

لیکن یہ روشنی میں پکے ہیں کئی بدن

خاکِ لحد میں ہو کے دفن یوں اعراب ہو گئے

بن کے چمکن میں پھول کھلے ہیں کئی بدن

زاہد ہر ایک پھول شہیدوں کی یاد ہے

میدانِ کربلا میں گئے ہیں کئی بدن



ہر ایک موجِ سمندر میری تلاش میں ہے

زمین کا گھومتا چکر میری تلاش میں ہے

کونِ دل کیلے میں تو بک نہیں سکت

نمائے بھر کا مقدر میری تلاش میں ہے

غلط ہر تیغ جو کہتے ہیں قتل گاہ میں ہے

امن کے نام کا خنجر میری تلاش میں ہے

میں آئینہ ہوں ترسہ دور کا بحالے تجھے

ہر اقلابِ پتھر میری تلاش میں ہے

وفا پرستوں میں میرا بھی نام لکھ لیجئے

خفا پرستِ ستم گر میری تلاش میں ہے

السناس

الطریق

میرے خلوص کو دیوانگی وہ سمجھتے تھے

انہی کی زکوفِ معطر میری تلاش میں ہو

یہ میرے عزمِ مکمل کو دیکھ کر زاہل

ہر ایک عزم کا پیکر میری تلاش میں





دورِ غم کی منزلوں سے جب نکل جاتا ہر دل
گرتے گرتے راہ میں خود ہی پھسل جاتا ہر دل
کیا ضرورت روشنی کی زندگی کا راہ میں

زندگی کی شمع بن گئے خود ہی جل جاتا ہر دل
گرم اشکوں سے کئی یقین مہیا پا لیا ہوئے

کیا عجب ہو رنج و غم سے گھر بچھل جاتا ہر دل

ذکر کوئی کرتے کرتے دھڑکنے لگتی ہیں جب
جیسے سورج شام کا ہوتا ہے اسی طرح چل جاتا ہر دل

غیر کی محفل میں اکثر میں نے دیکھا ہی نہیں
ذکر سنتے ہی تمہارا خود چل جاتا ہر دل

کیا یہ خواہد ہے غمِ کامل کا اثر تو دیکھئے۔
شدتِ رنج و الم میں بھی بہل جاتا ہر دل

کس منہ کے کہیں درست زمانہ میں بھلے ہیں
ہم بھول کے دھوکے میں تو کانٹوں پہ چلے ہیں

ہم سے نہ زمانے کا وہ کردار چھپاؤ
ہم لوگ ہر اک دور کے ہمراہ چلے ہیں

کچھ ہم ہی نہیں دوست اجالوں کے سیمبر
سودج کا طرح ہم بھی سرشام ڈھلے ہیں

موجوں کے تھپڑوں سے نہیں ڈوبنے والے
ہم وہ ہیں غلام کی بچہ بچہ باہوں میں لیے ہیں

راتوں کے اندھے ہیں اور دن کے اجالے
گولا کھلبستہ ہے میری آہوں کے تلے ہیں

بچے کو کوئی دل کا حکم آئے گا دل میں
کرتے کو اجالا یونہی ہر شام جلے ہیں

ذاتِ خدا میرا رنج ہے جو ماضی کی امانت
کس طرح کہوں میں کہ وہ طمٹاٹلے ہیں

قسمت سے ہمیں ایسا بھی ایک دور ملا ہے
ہر کوئی یہاں موت کے سایہ میں گھٹلے

کچھ تم ہی بتاؤ مجھ سے کیسی وفا ہے
انسان ہی انسان کا تیرا بندہ ہے

برصغرت تیری کا یہ منظر ہے کتنا
ہر ایک یہاں خود سے ہی یہ پوچھ رہا ہے

سیکھا ہی میرا یہ شخص کہاں ہنسنے کی
مہر لی میں مگر درد کا طوفان چھپا ہے

میں یہ نہ کروں فکر میرے ہوا اس کو کیا
تیرے جو حقائق کا ابھی لے کر اٹھا ہے

جو درد کو اوروں کے بنالیا ہی اپنا
انسان حقیقت میں وہ انسان بڑا ہے

آغلا کے انجام سے گھبراؤ نہ اٹھ
ہو گا وہی جو اپنے تقدیر کا لکھا ہے

اکٹش

بنیالیس



ہیں فسانے عجیب پھولوں کے

پھول خود میں رقیب پھولوں کے

پھول سے ہاتھ پھول کو توڑے

کوئی دیکھے نصیب پھولوں کے

مُن کا آنا غضب کا آنا تھا

اڑ گئے رنگ غریب پھولوں کے

دوست پھر دشمنی ارے تو بے

خار جیسے قریب پھولوں کے

دل سے دل کا ہو میل یوں ڈاھل

جیسے خوشبو قریب پھولوں کے



ایک حقیقت تھی جو نظر آئی
کہ ہم کو وہ بے خبر آئی

دور چلتے رہے نہ ٹھہرے
ایک ایسی بھی رہ گزر آئی

ہم کو حاصل رہا ہے کرب جہاں
خوشی جانے کہاں کھڑی آئی

فاصلہ موت و زلیلت کا اتنا
رات گزری ادھر سحر آئی

بھولتے کیے اُن کو ہم زائد
نام سے جن کے آنکھ بھڑائی

اب اک دور اور آنے والا ہے ایسا کہ ان انسان جاہ و شہم بیچ دیں۔
بھڑک جائے گی آگ نہ بجے گی، لہذا ہم اگلے اپنا بھگم بیچ دیں۔

یہ عبادت یہ واعظ یہ نمٹا، یہ پینڈت ذرا ان سے ہوشیار یہ ہیں لٹ
خدا ہاتھ آجائے اک بار ان کے، خدا کو خدا کی قسم بیچ دیں۔

میں ان پینے والوں سے یہ کہہ رہا ہوں، جو چھپ چھپ کے پیتے ہیں پیروں کے
یہی حال اگر عبادوں کا رہے گا، تو میں خوار بھی جاؤں جم بیچ دیں۔

زمانے کے یہ ہیں نہ ان کا زمانہ، زمانہ سے ان کو نہ مطلب ہے کوئی
زمانہ یہ ان کا اگر کس چلیے گا یہ سب مل کے دیر و حرم بیچ دیں۔

بتاؤں کیا زلف زمانہ کی حالت یہی ہی ترقی یہی ہی بلبل
مسلمان بیچیں گے ایمان اپنا تو نہ دے بھی اپنا دھرم بیچیں



دل پہ اُن کی نظر تو ہونے دو
دل کو دل کا خبر تو ہونے دو

خود گھل جائیں گے یہ تھر دل
اٹھائیں کچھ اثر تو ہونے دو

خود ہی دامن ملے گا اشکوں کو
پہلے چشمہ تر تو ہونے دو

کہٹ ہی جائے گی شب کی تاریکی
سیکھ آگہ ہر تو ہونے دو

کھنچ کر آئیں گی منہ لیں خود ہی
عزیم کو راہ بر تو ہونے دو

رنگ لائے گی خود وفا ز اہل
اپنا خون جگر تو ہونے دو



ظلم کی حد سے گزرنا، ستانے والے
میٹ کے رہ جاتے ہیں اوروں کو میٹانے والے

یہ تو الزام نہ دے ہم نے جلایا ہے چمن
ہے گلہ بان چمن آگ لگانے والے

یہ بسی پر مری کہہ رہا ہے مگر اے صیاد
تجھ کو چھوڑیں گے کہ ہاں ظلم اٹھانے والے

میں تو شعلہ ہوں کسی وقت بھڑک سکتا ہوں
اپنے دامن کو بچا چھ کو بجھانے والے

ہم سے تو ہو کے جڑا یا نہ سکے کا منزل
ہم ہیں منزل کی تجھ راہ دکھانے والے





دردِ سینہ میں کئی سوزِ الم رکھتے ہیں

یہ وہ دولتِ ہر جیبِ اہل قلم رکھتے ہیں

اب کوئی فرق نہیں رہبر و رہزن میں یہاں

جانے کس نقشِ بہیم اپنے قدم رکھتے ہیں

ایک محتاج دے محتاج کو ممکن ہی نہیں

یہ جہاں والے بھی کیا دستِ کرم رکھتے ہیں

خون نہ روئے تو تھے ہاتھ کہاں سے لائیں

اپنے سینہ میں جو دشمن کا بھی غم رکھتے ہیں

ہم سے مت پوچھئے زاہد کہ فرمانہ کیا ہے

ہم زمانہ کے مقدر کا بھرم رکھتے ہیں

قُرْبَانِ اِیْسے دُوست کے اِیْسے جَبِیب کے

بن جائے جو جہاں میں سہارا سے غمِ بَرِیک کے

پوچھ کوئی رُئِیس غمِ مِریبوں سے حالِ دل

جیتے ہیں کِطرح یہ مارے نصیب کے

بیگانہ ہو رہے ہو جو آدم کی نسل سے

اِنسان سے اِنسان کے ہیں رشتے قریب کے

یوں دُستی کے پُٹ میں کرتے ہیں دُشمنی

دُعوے ہیں دُستی کے، طلقِ قریب کے

پایا کوئی خوشی تو ملا ہے کسی کو غم

زُھد یہ چلتے رہتے ہیں چکر نصیب کے



وہ لکے نام اپر لٹتا ہی کوئی دیوانہ

نیشہ شمع پہ ہونے لگا ہی پیدوانہ

تہا ہی بنرم میں ہم بھی شریک تھے لیکن

لکالا ہم کو ہی غفل سے پیرنے خانہ

ملی یہ ایک کو ہاں تشنہ کام ہم ہی رہے

نصیب کا ہی نہ تھا اپنے کو لی پیمانہ

عجیب حال ہر ان میکٹوں کا اے واعظ

اٹھالیا ہی انہوں نے سروں پہ منجیانہ
لکھریا کے چلو ان سے شیخ جی صاحب

سروہ ان میں ہر انداز ان کا زندانہ

تمہارے شہر میں یہ مدت ہوئی گجے رہ کر

~~تمہارے شہر میں یہ مدت ہوئی گجے رہ کر~~

سیری و فداؤں کے چہرے تو عسا کہیں لیکن

کہیں جفاؤں کا تیرا ہی بنے نہ اف

نہیں ہو اس کے سہوا اور کوئی سرمایہ

قبول کیجئے اللہ دل کا نذرانہ

پلارے میں اگر وہ تولی بھی لوزا ہد
بہ سے لوگ پکاریں جو تم کوستانہ



نہ دل میرا نہ جاں میری کدہ ہر بس تو پاسبان میرا
نہ کوئی ہر میدان ہر بندہ نہ کوئی مہر دیاں میرا

سہارا ہے ہر تیرے میں لے چلا ہوں اپنی کشتی کو
ہزاروں ہیں طلائع اور تیرے کارواں میرا

ہوئی دشمن یہ کیوں بجلی خدا جانے ہوا کیا ہے
بنا ہے شمشاد گل نہ جب سے یارب آشیاں میرا

تمہارا ذکر یہ کھلتی ہیں کھلیاں دل کے گلشن
تمہارا غم جلا دے ناکھیں یہ گلستاں میرا

جہاں میں کسی کی دل پہ زاہد کیا گزرتی ہے
گواہ ہیں چاند تارے راز داں ہی آسماں میرا



وہ کوئی بشر ہے جسے کوئی غم نہیں

کامل نہیں حیات جو رنج و الم نہیں

تاریکیوں کا خوف بھلا کیوں رہے ہمیں

آنسو ہمارے ماہ و انجم سے کم نہیں

یوں تو جہاں میں سنکڑوں اپنے رفیق ہیں

سہہ لے سبھی جہاں کے ستم ایک ہم نہیں

کیا رنگ لائے دیکھئے اب شہادتِ الم

غم کا دیکھنا سینہ میں شعلوں سے کم نہیں

زاہد کسی کے عشق میں ہم نے خدا گواہ

ٹھہریں ستم اٹھائے نگہ آنکھ نم نہیں



ہم پر جو ظلم ڈھائے تیری رہ گزر میں لوگ
پھرتے ہیں آج بھی وہ ہماری نظر میں لوگ

دشمن کا اپنے گھر میں نہیں لے کر گیا نہ بھلا
رہتے ہیں دشمنوں کی طرح اپنے گھر میں لوگ

اک ہم بھی جو کہ لوجھ بنے ہیں زمین پر
کچھ رہ بھی ہیں جو تلیستے ہیں نعل و تہر میں لوگ

تنقید کس پر آپ کریں گے جناب شیخ
اپنا مقام آپ ہیں علم و منہر میں لوگ

دے دے کے طعنے ہم کو تمہاری جفاؤں کے
نشتہ چلا رہے ہیں ہمارے جگر میں لوگ

خود کا نہیں ہے ہوش لو اوروں کا ہے ملال
زاہد عجیب ہیں یہ تمہارے شہر میں لوگ



میاں کی حالت کیا بتائیں آپ کے جانے کے بعد
تمیادیران گلشن پھول مرچبانے کے بعد

دل کی رپہوں سے گزرتا ہے تو چلتے ہوئے
دل بہلتا ہی نہیں یہ لاکھ بہلانے کے بعد

دل جلوں سے دلگی اچھی نہیں میرے رفیق
تجہ بھی تڑپے گا کسی دن تجھ کو تڑپانے کے بعد

فقرتِ دارمستی نے تجھ کو لیا بہکا دیا
قیص کو بھولے گی دنیا میرے افسانے کے بعد

میری ناکامی نے زائد غم کو بخشی زندگی
دے دے گی لذت ملی ہے زخمِ دل کھانے کے بعد



دل جلانے کا کچھ شعور بھی ہے
جلنے والوں میں کوہِ طور بھی ہے

یہ بھی حیرتِ ہر تیر کھانے کی
یوں تو زخموں سے دل یہ چور بھی ہے

اُن کے جلوے تو پیر ہیں لیکن
اپنی نظرِ یونہی پھوٹتی ہیں

دل میں بستے ہوئے بھی یادِ انکی
اپنے وہم و گمان سے دور بھی ہے

غافلِ اندازِ اُن کے کہتے ہیں
کچھ حسیا بھی ہے کچھ غور بھی ہے

یہ کبھی ہے دستِ ساقی کا
آج مئے میں ذرا سرور بھی ہے

دل کی دنیا میں آج اے زاہد
اُن سے لہوِ لعل ہے اُن سے لور بھی ہے

میرے ذوقِ نظر کی تم ذرا حدِ نظر دیکھو

کہ اُن کو دیکھ لیتی ہے جہاں دیکھو جہاں دیکھو

حقیقت دیکھنا چاہو مگر سارے زمانے کی

زمانے کو نہ دیکھو تم میرا دردِ جگر نہ دیکھو

یقیناً اے گا آخر کب تمہیں میری وفاؤں پر

گنہ جائے مذساری اتنا میں یہ سحر نہ دیکھو

ملا کرتی ہو اُس کو اتنی جتنِ ظریف ہو جس کا

کمرِ شمع ہو یہ ساقی کا یہ ساقی کی نظر دیکھو

کبھی تو رنگِ لائے گی تمہاری کوششِ ذرا ہد

دعائے کر چکے ہو اب ذرا اس کا اثر دیکھو



تیری ہر ایک نگاہ سوالی ہے دل کی تو بات ہی نرالی ہے
 کون سی بات کا جواب میں دوں ان کی ہر بات ہی سوالی ہے
 تم تجھے بے وفا سمجھتے رہو تم نے کیا بات دل میں پائی ہے
 میری الفت کی ایک گواہی میں پتہ پتہ ہر ڈالی ڈالی ہے
 کیا خزاں نے چمن کو کھایا ہر ایک ڈالی چمن کی خالی ہے
 چلتے چلتے جو مڑ کرے دیکھے ہے یہ ادا تیری بھولی بھالی ہے

کھیل سمجھو نہ عاشقی ذرا
 اس نے کتنوں کو مار ڈالی ہے

زندگی جس کو میں نے ہارا ہے
بس وہی زندگی کا سہارا ہے

اُس کو تم اجنبی سمجھتے ہو
اپنا کہہ کر جسے لکھارا ہے

دو تجھے شوق سے ابھی غم دو
میں نے کب دردِ غم سے ہارا ہے

دل تو ہم سب کو دے نہیں سکتے
دے دیا اس کو جو ہمارا ہے

کیا بھر رہی وقت کا زائیکا
وقت ہی وقت کا ستارہ ہے

انجھیں اتنی عیاں ہیں تیری اک تصویر سے
تجھ کو بھی ہوگی شکایت اپنی ہی تقدیر سے

زلف برسم، دردِ چہرہ آنکھ میں آنسو لیے
ہو مکمل غم کا یہ ہے درد کی تصویر سے

پھول سا چہرہ ہو لیکن تازگی گل سہی نہیں
اب ہوا آزاد شاؤد کرب کی زنجیر سے

حسنِ بیکریب بنایا کیوں دیا اتنے الم
تجھ کو بھی ہے ایک شکایت کا تب تقدیر سے

درد و غم تجھ میں گھسنے سے زائد فائدہ
کیا بدل سکتی ہیں تقدیر میں تیری تصویر سے

اے حسنِ دُباؤ ہر تیری قانون بدلتے دیکھا ہے

اے عشق کی آگ میں شاہِ فگد اہرک کو جلتے دیکھا ہے

جب عشق میں کوئی نہ طابے پاتا ہے وفا کی وہ منزل

دیدار کی خواہش تو نے کی اور طوطہ کو جلتے دیکھا ہے

بہر کایا زمانہ لاکھ مگر کیا ان میں لغزش نہ آئی

یوں راہِ صداقت والوں کو آں راہ چلتے دیکھا ہے

انہوں کہ پیاسے اصغر کی یوں پیال بھائی جاتی تھیں

پانی کے بدلہ طوق پہ بس اک تیر کو جلتے دیکھا ہے

واللہ نہ پوچھو تم زاہدِ حالت وہ محبت والوں کی

ہر گام پہ اُن کی الفت کے نشوونگ بدلتے دیکھا ہے

جتنے تارے ہیں نیلے لگن کھیلے

اتنے ساماں ہیں دل کی جلن کھیلے

تیرے غم غم نہیں میرے من کھیلے

ایک کانٹا ہر مٹھی چھن کھیلے

اور بھی طبع گمیں غم کی تارکیاں

جب بھی شمع جلی انجمن کھیلے

بلبلوں کو تو بغیر سرائی ملی

اور ہم رو رہے ہیں وطن کھیلے

ہم سے عظمت گلوں کی تو پوچھیے کوئی
خون ہم نے دیا ہر خمیں کھیلے

اوسٹریچ

بانٹ

ظلم سہنے کی آخر کوئی حد بھی ہے

کتنے سر کٹ گئے ہیں امن کے

ان سے ذرا ہمد گلہ کہہ کے کیا فائدہ
بے رنجی راس آئی ہے جن کے تیلے

بڑے دل شکن ہیں کہ م دیہ ستوں کے
ہیں غفلت کے پردے بھرم دوستوں کے

یہ صدمہ کہ اندھے جفا کے ہیں یہ کبر
وفا میں بھی شامل ستم دوستوں کے

غرض کہ پیاری ہیں لالچ کے بندے
نہیں ایہ قائل یہ ہم دوستوں کے

کوئی خار جب اپنے دامن سے اُجھا
وہیں یاد آئے ستم دوستوں کے

خود اپنے ہی سایہ سے ہم خوف کھائے
جہاں یاد آئے کرم دوستوں کے

بہت ہی بے رہو اُن سے تنہا
نہ دشمن ہمارے نہ ہم دوستوں کے

خوش ہے وہ ذرا اُحد نہ پایا ہو کوئی
خوشی دوستوں کی نہ غم دوستوں کے

دل میں برتھی نظر کی اتر جائے گی

دل کو زخمی بہ حال کر جائے گی

خود بخود آپ آئیں گے ایک روز یوں

آہ دل کی سیسہ کام کر جائے گی

تم جو دیکھو ذرا سکرانے مجھ

میری برباد دنیا سنو جائے گی

کیا سناؤں تمہیں داستانِ الم

شن کے رُودادِ غم آنکھ بھر جائے گی

مجھ کو زہد نہیں دل کے لٹنے کا غم

بے رخی اُن کو بدنام کر جائے گی



ہم تو دیوانے ہیں بے خوف خطا کرتے ہیں
یہ کوئی جبرم نہیں ہو کہ وقا کرتے ہیں

ہم کیا خاک کیا "دل کا ہی سودا تو کیا
لوگ دنیا میں بڑے کام کیا کرتے ہیں

بہ دُعا دے کے وہ غیب سے میری حالت پر
لوگ کہتے ہیں کہ ہر روز دعا کرتے ہیں

جگمگاتے ہیں کوئی بات تو بتاؤ واعظ
قصہ دیر و حرم روز ہوا کرتے ہیں

داد دیتے ہیں سخنور ہی سخن کی زاہد
اپنی فن ہی تیرے اشعار سنا کرتے ہیں



آپ کی نظر عنایت چاہیے

زندگی میں کچھ تو راحت چاہیے

دل اگر فوٹا دکا بھی ہو تو کدیا
آگ میں جلنے کی ہمت چاہیے

حسن کیوں مٹا ہواہ عشق میں
عشق میں کچھ تو صداقت چاہیے

آپ تجھ پر کیوں مہربان ہو گئے
اب ستم سہنے کو ہمت چاہیے

یا اللہ! تم کی کوئی حد بھی ہے
مسکرائے کی تو مہلت چاہیے

مسکدہ میں آج زلف آئے ہیں
چشم ساسی کی عنایت چاہیے

تو اپنی محفل میں اُس نے کیا کہا ہوگا
ہاں مدیہِ تقدیر کا فیصلہ ہوا ہوگا

ہو گیا زمانے میں چہرہ پیریِ الفت کا
حالِ مہیا سن سن کر وہ بھی ہر نہیں دیا ہوگا

ہو وہ غم سے انجناںِ دردِ دل سے بے گناہ
اشک جب بہہ ہوں گے جانے کیا ہوا ہوگا

حالِ دل جو کہتا ہے سدا کے پلکوں سے
سناٹا پھیلا کر اُس نے کیا کہا ہوگا

ڈھونڈتے ہو کیا زائدِ زندگی کا مہیا
کل جو مل گیا تھا وہ آج کھو گیا ہوگا

حشر سے کیوں یہ دیکھ رہا ہے جہاں تجھے

تو ہی بتا دے راز ہے کیا آسمان تجھے

آنے لگیں نزع کے عالم میں ہچکیاں

اب یاد کر رہا ہے کوئی مہرباں تجھے

دیرو حرم کے قصے بہت سن چکا ہوں میں

پھر کیوں سنار ہے ہو وہی داستانِ تجھے

منزل پہ سیہ کیسی تجھے لاسکیں گے آپ

جب چھوڑ کے چلا ہے میدانِ کارواں تجھے

فانی ہر ایک شے ہو زائد جہان کی

ممکن نہیں کہ ساتھ دے عمر رواں تجھے

مدیت سے میرے دل میں جو درد لبائے
کوچہ کا تیرے آج بیتہ لوچھ رہا ہے

اب تجھ کو اندھیروں کا کوئی خوف نہیں ہے
راہوں میں اندھیروں کی میرا دل جو جلا ہے

احصال کی راہوں میں میرے ساتھ نہیں تم
قسمت نے کہاں جا کے تجھے چھوڑ دیا ہے

رہتا ہے بہت دور جو اپنی نظر سے
لیکن وہ میرے دل کی ہی دھڑکن میں چھپا ہے

یہ کوئی سی دنیا ہے کہاں رہتے ہو زاهد
دھوکہ ہے یہ نگری میں فریب اور دغا ہے

میری وفا کو کس سے بھلا اب جزا ملے
حشر ہی رہ گئی ہے کوئی با وفا ملے

ہمت کو میری کاش ذرا حوصلہ ملے
ہر اک قدم پہ چھوٹے ہو میرا مدد ملے

پوچھا دے تھکے جو میری منزل کے رعب و
یا رب العالی کیا کوئی رہنما ملے

آتی ہر سسکیوں کی صدا رو رہا ہر کون
دل کے قریب سے جو گزرتی صدا ملے

ظہوفان غم ہے دل کی ہی کشتی کے آس پاس
مشکل تیں ایسی کون تجھے ناخدا ملے

زائد میری حیات سلسل کا کارواں
ہمت سے بڑھ رہا ہے اسے راستہ ملے

خاک پلکیں ہیں اور نظر تنہا
درد بھولا ہوا جب گزرتا

لو جھٹکے ہم سے بیسی دل کی
شام تنہا ہے ہر شام تنہا

ہم ہیں جو ساتھ خود کا دیتے ہیں
کون رہتا ہر اس قدر تنہا

بھول مٹھے ہیں جب سے اُن کو ہم
ہو گئی دل کی راہ گزرتنہا

کون کس کا ہوا یہاں نامک
ہو گیا ہے بشر بشر تنہا

جو دھواں فلک پہ ہر چھایا گیا، وہ میرے ہی غم کا غم
ہوئی دفن جس میں ہر اک خوشی یہ وہی تو احبہ ادب

جو ہوسے سینچا ہے اپنے ہی، نہیں چلتا اس کا چہرہ
کھیا باغباں کو جو بے دخل، یہ عجیب فصل بہ

اے جنوں دل تجھ کیا کہوں، نہیں عشق کی کوئی انتہ
نہ سکون وہ بھی پاسکے، نہ میرے ہی دل کو قمار

میرے آنسوؤں کو نہ گن ابھی، میرے حال یہ تو نہ کر لطف
یہی بے بسی یہی بے کھلی، میری نہ نہ گی کا سنگھ

کبھی سر کو اپنے نہ خم کیا، میں ہوں اس کا اہل
یونہی عمر ساری گزیر گئی، تہ خدائے کا خمار

کیسے کہہ دوں مقدّرہ کا انقلاب نہیں
 سویرا ہو تو گیا میرا آفتاب نہیں
 حسین یوں تو جہاں میں ہیں سنکڑوں لیکن
 میری نظر میں تمہارا کوٹا جواب نہیں
 تیرے بغیر چین سے بہا رہا روٹھ گئی
 ہے یوں تو کہنے کو گلشنِ مگر شباب نہیں
 جہاں کو ساتھ نہ لے کر جو چل سکے زائد
 یقین جانئے عزمِ اُن کا کامیاب نہیں



ہر کوئی یہاں افکار و خیالات میں گم ہے
 لگتا ہے زندگی ہی سوالات میں گم ہے
 وہ لوگ جہنم نازقہ خود عذم بہ اپنے
 افسوس وہی لوگ روایات میں گم ہیں
 کچھ دُور چلو ساتھ میر تم کو دکھا دوں
 احساں میرا کتنے سوالات میں گم ہے
 سورج کی چمک ڈھونڈنے والو ادھر دیکھو
 سورج کا اُجالا تو میری رات میں گم ہے

بے وجہ نہ مقدر کو الزام دو
 کچھ سلیقہ بھی ہے زندگی کیلئے
 ظاہری سجدہ ریزی بڑی چیز ہے
 دل نہ مومن کا ہو بن دگئی کیلئے
 میں جہاں کے اندھیلے سروں کو جھوٹا
 میرا دل ہے تجھ روشنی کیلئے

کیا کرے کوئی زاہد مریض رہی
 دل ہے کافی میرا رہی کیلئے

اے فلک آستاروں سے کہہ دے زخمِ دل ہم سچائے ہوئے ہو
اب ضرورت نہیں روشنی کی دل کی شمع جلانے ہوئے ہو

دل غمِ بیوں کا یوں ٹوٹتا ہے جیسے ڈال سے ٹوٹے کوئی گلاب
دل کا دکھنا وہی جانتے ہیں، پیارِ غم جو اٹھائے ہوئے ہیں

ہر طرف زندگی کا ہے ماتم، ہر طرف موت ہی گھومتی ہے
کون کس کو یہاں دے تسلی سب یہاں خوف کھائے ہوئے ہیں

تو کھٹکتا ہر خساروں کی مانند کون پوچھے تیرا حال زاہد
اب تو پھولوں سے اہل چمن بھی اپنا دامن چپائے ہوئے ہیں

تصویر تیری ان آنکھوں میں اس طرح چھپا کر رکھی ہے

کہ تیرا غم یوں لاس آیا ہر غم کو بھلا دے

کچھ وہ تھا زمانہ پھلوں کو سینہ سے لگایا کرتے تھے

کچھ یہ ہر زمانہ کانٹوں کو دامن میں سجائیے

کیا جانے ہوا ہر کیا دل کو رہتا ہے وہ خود سے بگیا نہ

جس دل پہ بھروسہ تھا ہم کو اس دل کو گنوائے

بوجھٹا ہوا ہر گل سے کیا لڑنے وفا ہر سجاؤ

کیوں خارے چمن کے دامن میں ایک خود کو چھپائے

اَوَّلُ

اَفْطَر

ظَهَرَ

ہند کہتے ہیں جسے یہ شہیدوں کا وطن
روحِ جوتہر کی ہر اس میں ہر یہ حُرّت کا بدن

لٹ گئے ہندوستان کے نام پر کشنوی طغمر
یاد ہر جہانسی کی رانی دے گئی ہر انپاس

ان کی قربانی ہر باطل کو اجالے کی کرن
ہند کہتے ہیں جسے یہ شہیدوں کا وطن

کوششیں سیکور کی اشتقاق کا اس میں لہرو
جتنو شوکت کی ہر آزاد کی ہر آرزو
تب کہیں جا کر بنا ہر یہ بھگت سنگھ کا جنم
ہند کہتے ہیں جسے یہ شہیدوں کا وطن



جس وطن کی ہر گروں میں خونِ پیو کارواں
اُس کی عظمت کیا بتاؤں کیا سناؤں سنا
داستاں دہرائے ہے ہر مل کے دو گنگا و جمن
ہند کہتے ہیں جیسے یہ ہر شہیدوں کا وطن

ذرّہ ذرّہ جانتا ہواں شہیدوں کا مقام

لینے کی جب ٹھان لی تھی دشمنوں سے انتقام

کانپ اٹھی تھی یہ زمیں تھک کر انیا لگن

ہند کہتے ہیں جیسے یہ ہر شہیدوں کا وطن

کسیے بھولے گا زمانہ شاعرِ شرق کو آج

جس نے ہندوستان کو پہنا دیا عزت کا بیج

سر بلند ہی پر ہی جسکی سر جھکا تا ہر گنگن

ہند کہتے ہیں جیسے یہ ہر شہیدوں کا وطن

بے دشمن آنانیت کا سر کھلے جائیے

نفرتوں کی آندھریوں کا رخ بدلتے جائیے

راہِ گاندھی کی ملی ہو اور نہرو کا چلن
ہند کہتے ہیں جیسے یہ ہر شہیدوں کا وطن

لعل جس کا ہر بہادر اس پہ ڈاکر کی نظر
مقصودِ جمہوریت کے واسطے تھے یہ گہر
کچھ پیامِ زندگی بھی دے گئے رادھان
سند کہتے ہیں جسے یہ ہر شہیدوں کا وطن

کتنے ہیرووں کی دی قربانی وطن کے
کتنے اشکوں کو بہایا مہرِ حسین کے وا
تب کہیں زاری نہ ہوئے آزاد یہ گنگ
سند کہتے ہیں جسے یہ ہر شہیدوں

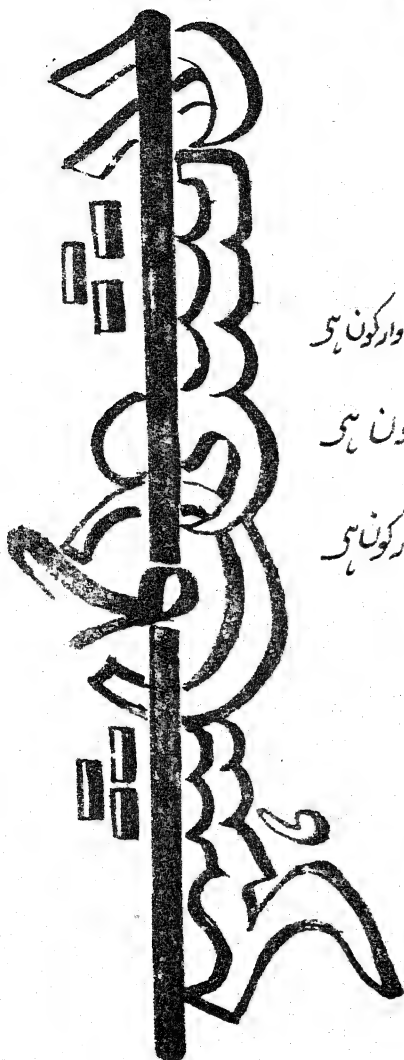
۱ محمد علی جوہر، ۲ حشر موہانی، بہادر، ۳ شاہ ظفر، ۴ لکشمی بابر
۵ زبیر ناٹھ، ۶ گور، ۷ اشفاق حسین، ۸ اشفاق، ۹ شریک علی
۱۰ مولانا ابوالکلام آزاد، ۱۱ ہگت سنگھ، ۱۲ ٹیپو سلطان
۱۳ علامہ اقبال، ۱۴ مہاشی، ۱۵ گاندھی، ۱۶ پٹیل، ۱۷ جواہر لعل نہرو
۱۸ لال بہادر شاستری، ۱۹ ڈاکٹر ذاکر حسین، ۲۰ ڈاکٹر رادھ

ہندو کا لہو یا مسلمان کا لہو
پانی کی طرح بہہ گیا انسان کا لہو

اب آپ سوچیے کہ سزا دوار کون ہے
قتل ہے کون اور گنہگار کون ہے
غدار کون اور وفادار کون ہے

سرکٹ گیا کسی کا لوٹا ہے کسی کا گھہ
صاف ظہور کون قوم کے پوشیدہ تھے کدھ
یہ دس ہے اس کا لاشوں کا ہے شہر

گیتا کے نام کرے تے ہو تو ان کا لہو
پانی کی طرح بہہ گیا انسان کا لہو
ہندو کا لہو یا مسلمان کا لہو



چہرہ غمجت کو ہر سو جلاؤ
 زمانے کو تہذیب اپنی بتاؤ
 زمانے کو الفت کی راہیں دکھاؤ
 نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

دلوں سے کدورت و نفرت مٹاؤ
 ہر ایک دل میں اپنی محبت جگاؤ
 زمانے کو انسانیت تم سکھاؤ
 دشمن بھی ہو کر تو اپنا بناؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

اپنے وطن کی عظمت تم ہی ہو
عزت و حرمت و دولت تم ہی ہو
مدِ طاووکے ظلمت و طاقت تم ہی ہو
برائے سے ہر وقتِ امن بچاؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

بزرگوں کی تعظیم و عزت کرو تم
جو معذور ہیں اُن کی خدمت کرو تم
چھوٹوں کو دل سے محبت کرو تم۔
یہ پیغامِ دنیا کو اب تم سناؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ



مبارک تمہیں دوستو دن خوشی کے
کہہ دے اس آئینہ تم کو ملے دوستی کے

بہت حسین پایا نہ آسوہانا
جہاں تھے نہیں تم سدا منکرانا
انہ ہر گز دن میں روشنی کے
مبارک تمہیں دوستو دن خوشی کے

کبھی ساقیوں کو نہ تم بھول جانا
وفاؤں سے برگزینہ دامن بچانا
گذر جائیں الفت میں دن زندگی کے
مبارک تمہیں دوستو دن خوشی کے

بھٹکے جوانان وہ انساں نہیں
زمانہ تمہارا مہرباں نہیں
حسرتیں کرو تم اپنی خودی کے
مبارک تمہیں دوستو دن خوشی کے

منظوم نامہ

کریل کی کہانی بھی کیا غم کی کہانی ہے
اس خاک میں پوشیدہ پیاسوں کی جوانی ہے

لو جھے تو کوئی اُن سے کیوں کر کوکھٹایا ہے
آواز فلک دے گا یوں حق کو نہجایا ہے

آکاش کی بلکوں سے اشکوں کی روانی ہے
اس خاک میں پوشیدہ پیاسوں کی جوانی ہے

وہ لعل ہیں زہرِ زہرہ کے حشرِ دہ کے دلارِ سہیں
وہ دین کے رہبر ہیں، امت کے سہارہ ہیں

کریل کی کہانی بھی کیا غم کی کہانی ہے
اس خاک میں پوشیدہ پیاسوں کی جوانی ہے

اگرچہ

اُٹھتا

قسط

ایک شہر کے قلعہ کی طرف سے ایک کھلے میدان پر ایک کھلے میدان پر
ایک شہر کے قلعہ کی طرف سے ایک کھلے میدان پر ایک کھلے میدان پر

نہ ہوگی یہ غم کی سحر دیکھ لینا
 محبت کا اپنی اثر دیکھ لینا
 میری زندگی کی دُعا نہ کرو تم
 دُعا جائے گی بے اثر دیکھ لینا

خود پیرِ ستم یہ کیا کیئے جا رہے ہو تم
 دامن میں اپنے بھول لیئے جا رہے ہو تم
 مل کر گلے یہاں تو الم بانٹتے ہیں لوگ
 کس سے خوشی کی اس کیئے جا رہے ہو تم

کہتے ہیں جسے الفت یہ غم کا ترانہ ہے
 رنگین یہ دھوکہ ہے آہوں کا فسانہ ہے
 تصویرِ وفاؤں کی بن کر بھی اگر آؤ
 بدنام کیا کہنا دستورِ زمانہ ہے

ذکرِ کانٹوں کا بات کانٹوں کی
 بخت کی رات رات کانٹوں کی
 پھول کا کیا قیام گلشن میں
 ہے بھڑکتے کی بات کانٹوں کی

میں مُشتِ خاک ہوں تعبِ کائنات ہوں میں
ہزار بنتے ہیں قصے میرے فسانے سے
شاید عشق کو پی کر میں مست ہوں زاہل
نہیں ہو کام تجھے مطلبی زمانے سے

حسن کو مہتاب کہتے ہیں
عشق کو لا جواب کہتے ہیں
حد سے بڑھ جائے جب جنونِ وفا
اس کو زائدِ عذاب کہتے ہیں

دامن دامن پھیلی آگ گلشن گلشن خار ہوئے
سورج کی کرنوں کے سایہ جسموں کے بیویار ہوئے

غیروں سے کیوں کچھے شکایت اپنیوں نے گھولوٹا ہے
دشمن جن کو سمجھا کیسے ہم وہ اپنے غمخوار ہوئے

ہر کوئی اپنے آپ سے یوں بدحواس ہے
لگتا ہے ہر نگاہ میں صد یوں کی سیال ہے
کس ہونہ سے کچھے حسن و تبسم کا تذکرہ
مدت سے زنا رگی کا ہی چہرہ ادا ہے

آنکھ نم ہیں لب یہ شکوہ کیوں کسی کے واسطے
 لٹ رہے ہیں لوگ کتنے زندگی کے واسطے
 گر اصول زندگی راہد سمجھ لے آدمی
 زندگی مشکل نہیں ہے آدمی کے واسطے

آنسو سجھ کے آنکھ سے جھ کو گرا دیئے
 نعلی غرض تو خاک میں ہم کو ملا دیئے

لو آج ہم نے توڑ دیا رشتہ امید
 جس دل پہ لقسہ تھا وہی دل جلا دیئے

پچانوت

انجمن

کین کہتا ہر غم سے ڈرتا ہوں
زندگی کے الم سے ڈرتا ہوں

لوبا لو ہے کو کاٹ دیتا ہے
دوستوں کے کرم سے ڈرتا ہوں

یاد آتی ہیں الجھنیں دل کی
تیسری زلفوں کے خم سے ڈرتا ہوں

میرا غم میری ہی رفیق ہے میں کسی بھی دل کی صدا نہیں
ابھی کیوں جا کر سے اٹھے دھنواں ابھی دل جلا ہے بجھا نہیں

دولت کیلے آج میں فن بیچ رہا ہوں
محبوب میرے تیرے بدن بیچ رہا ہوں

احساں کی میت پہ اڑایا کفن جو —
لفظوں کا کفن تھا وہ کفن بیچ رہا ہوں

کئی رنج و غم ملیے ہیں تجھے اک سنہی کہہ بد لے
ہے قلم قلم یہ دھوکہ یہاں دوستی کے بد لے

یہ شہر ہے ظالموں کا یہ ہر خونیں کیستی
یہاں موت ہی ملیے گی تجھے زندگی کے بد لے

چمن والے چمن کو اس طرح برباد کرتے ہیں
کہ دامن سے گلوں کے خوار کرتے ہیں

زبان اپنی ہر، دل اپنا کہیں کیوں التجا آفس
نہیں ہر حوصلہ جن میں وہی فریاد کرتے ہیں

کام شبنم کا نام گلشن کا
تم ہی سمجھو مقام گلشن کا

خار تو خار چھول تک بیزار
کچھ تو بدلو لڑا گلشن کا

وفاؤں کو میری تم گئیوں سمجھ بیٹھے ستم ظرفی
 ستم بیکل پہ اکثر دوستوں کو یاد کرتے ہیں
 حقیقت تو یہ ہر زاہد محبت اُس کو کہتے ہیں
 ہلایا ہم کو جس نے ہم اُسی کو یاد کرتے ہیں

ابتداءِ زیست کی آواں سے ہوئی
 زندگِ صرف نماز تک پہنچی

مختصر داستانِ حیات کی تھی
 لیکن یہ بھی درازہ تک پہنچی

اوسان

تینا نو سے

○

حیرت میں باغیاں ہی چمن کو کسوار
گردِ شس میں آگے نہیں ستار بہار کے

مانا تیرے فراق میں کچھ بھی نہ پاس کا
کچھ لمحے کٹ گئے ہیں شبِ انتظار کے

سب نے دیکھا ہے پھول کا کھلنا
کس نے دیکھا ہے خار کا ماتم

خونِ ٹپکے گا اُس کی پلکوں سے
جس نے دیکھا ہے عجب کا عالم

۵

یہ سچ ہے شاخ سے ٹوٹی ہوئی گلچیں نہیں کھلتی

وہ شیشہ پتھر میں جڑتا جو گر کر ٹوٹ جاتا ہے

اب سنبھل جاؤ اہل سفینہ وقت انگڑائی لینے لگا ہے

کل تک تو کنارے سے تھے ہم اب طلائف سے پری ہے

●

لگا ہوا بد سے یارِ بے بسی کو تو چپائے رکھ

تھر سے گھر تو کیا اُجڑے کہ پتھر پھوٹ جاتا ہے

کیا قیامت ہے گلشن پہ لوگوں پھول سے کلی مل رہی ہے

ایسے لگتا ہے پھولوں کی جیسے زندگی مختصر ہو گئی ہے

●

اُس پار کوئی ڈوب گیا ہوگا سہی
 روتی ہے ہر ایک موج کفاروں سے لپٹ کے
 جس دل میں وہ آئے تھے کبھی دل وہ کہاں ہی
 کچھ نقش رہے ہیں وہاں، راہوں سے لپٹ کے

حُسنِ دنیا فریب ہے ناداں
 زندگی کا شب ہے ناداں
 غیہ کے عیب پہ تو رکھ نہ نظر
 عیب چننا بھی عیب ہے ناداں

کون سے جسم کی یہ چھ کو سزا دیتے ہیں

مرنے والے کو جو جینے کی دعا دیتے ہیں

میرے دامن میں تو کائناتوں کے سوا کچھ نہیں

اور میں وہ جو حجت کا صلہ دیتے ہیں

دل کی دھڑکن کی طرح رہتے ہو میرے دل کے پاس

کون کہتا ہے کہ تم کو بے وفا سمجھا ہوں میں

ڈر ہے تم پر تمہمتوں کے آئے نہ پتھر کہیں

تم کو اپنے ذہن و دل کا آئینہ سمجھا ہوں میں



عجبت چیز اچھی ہے مگر دل ٹوٹ جاتا ہے
 ہزاروں درد ملتے ہیں کوئی جب چھوٹ جاتا ہے
 یہ میری بد نصیبی ہے کہ تاروں کا مقدر ہے
 جیسے اپنا سمجھتا ہوں، وہ تارا ٹوٹ جاتا ہے



اشک شبنم کے چمن پر جو بکھر جاتے ہیں
 پھول بن کر کسی گیسو میں سنوڑ جاتے ہیں
 کوئی ہنستا ہے کوئی اشک بہاتا ہے یہاں
 دین تو اے دوست بہرے حال گذر جاتے ہیں



ایک سو چار

اپنی ہر ہر ہر کو تو لطف بندگی دے دے
دے جذبہ جان نثاری کا دلوں کو تازگی دے دے
نہیں پوشیدہ تھو سے حالِ زار کچھ کرم فرما
سکین قلب دے اس کو شعورِ بندگی دے دے

○
اور